Vol.3 No.1 2020

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

کتب احادیث میں امم سابقہ کے سیاسی احوال و وقائع

(تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)

THE POLITICAL SITUATION AND FACTS OF THE EARLIER UMMAHS IN HADITH'S BOOKS

[1]معظم نواز ورک، [2]پروفیسر ڈاکٹر طاہرہ بشارت

Abstract

Political system of islam is derived from the Holy Quran and Hadith literature primarily. Holy Quran discusses the political affairs of previous nations. Those affairs are further elaborated by different Hadiths. This article explores the political affairs and events of earlier nations mentioned in the books of Hadith. The objective of present study is to analyze such Hadiths in a sense to take benefit in present era. For this purpose , the Hadith literature consisted of political affairs and events is analyzed in historical and current era perspectives. This is a qualitative research and data is gathered from primary and secondary sources. Primary sources include Holy Quran and Hadith whereas secondary sources include books. Articles and online sources. The recommendation of this study can be applied in present political system of Pakistan as well as in other Muslim countries. The study suggests that Khilafat is an ideal political system of Islam. Similarly, jihad is an integral part of Islam to compete evils which will continue till ages. Rulers should be competent, truthful and honest. Moreover, rulers should enjoin for the right actions and forbid the wrong ones in the society. The public should assist rulers in its beneficial works. There should be protection of human rights on equal footing regardless of race or religion .

Key Words: Hadith, previous nations, Political events, Quran, Islam

موضوع کا تعارف اور پس منظر

تخلیق انسانی کا منطقی مظہر یہ حقیقت ہے کہ ایک خاندان کے وجود میں آئے جو ارتقا پذیر ہو کر ایک معاشرے اور پھر ایک قوم کی صورت اختیار کر جائے۔ اس خاندان معاشرے اور قوم کو منضبط رکھنے کے لیے چند ایک اصولوں کی پاسداری لازم چیز تھی۔ اور حالات و واقعات کے تغیر و تبدل کے ساتھ ان اصولوں کو بھی ضرورت کے مطابق ڈھالنا ضروری تھا۔ حالات و واقعات میں تبدیلی ایک فعال اور متحرک معاشرے کی دلیل ہے۔ انسان اور اس کے بود و باش کے طور طریقے معاشرہ کہلائے۔ اور اس معاشرے کے نظام کو چلانے کے لیے مخصوص اصولوں کو مرتب کرنے والوں، نافذ کرنے والوں اور بروئے کار لانے والوں کو بااختیار سیاسی اداروں کا نام دیا گیا۔ چنانچہ بنیادی طور پر انتظامیہ بھی سیاست کے زیر اثر ہو کر کار فرما ہونے لگی۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا، سیاست اپنے رنگ بدلتی گئی۔ انسانی فکر میں تغیر آیا۔ بود و باش کے طریقوں میں تبدیلی آئی۔ اور دنیا کی جغرافیائی و طبعی تقاضوں کے تحت مختلف اقوام نے اپنی سہولت کے لیے مخصوص اصول وضع کر کے ان پر عمل کیا۔ اس طرح مختلف ممالک میں انداز سیاست بھی مختلف طریقے سے عمل پیرا ہوئی۔ جس ملک اور قوم کو جو طریقہ حکومت زیادہ مناسب لگا اس نے وہی اپنایا۔ اس طرح مختلف ادوار میں اور مختلف ملکوں میں نوع بنوع سیاسی افکار کی حکومتیں رہیں۔ اور تبدیل ہوتی رہیں۔

[1,2]ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور

انسان نے اپنی اجتماعی زندگی کی ترتیب و تہذیب کے لیے جو ادارے قائم کیے ہیں ان میں ریاست کا ادارہ سب سے اہم اور بنیادی ہے۔ ریاست وہ ہیئت سیاسی ہے جس کے ذریعے ایک ملک کے باشندے ایک باقاعدہ حکومت کی شکل میں اپنا اجتماعی نظام قائم کرتے ہیں۔

انسان نے اپنی تہذیبی زندگی کے آغاز سفر ہی میں اس ادارے کی ضرورت کو محسوس کر لیا تھا۔ اور پوری انسانی تاریخ ریاست کے قیام و استحکام، اس کی تنظیم و تہذیب اور اس کے فروغ و ارتقاء کی تاریخ ہے۔ اب دنیا کے تقریباً تمام ہی ممالک میں ریاست کا کام محض امن و امان اور نظم و ضبط قائم رکھنا ہی نہیں بلکہ اجتماعی عدل اور سماجی فلاح کا قیام بھی ہے۔

آج ریاست نے ایک مضبوط کردار اختیار کر لیا ہے اور زندگی کے ہر شعبہ کو متاثر کر رہی ہے۔(۱)

"ریاست وہ ادارہ ہے جو معاشرتی تعلقات، معاشی لین دین اور تمدنی معاملات کی استواری کا نگران و محافظ ہے۔"(۲)

وطن کا دفاع، قیام نظم و قانون، حصول عدل، تعلیم وغیرہ ریاست کے ادارے کے ذریعے عوام کو حاصل ہوتے ہیں۔ اسلام میں دین اور سیاست جدا نہیں ہیں۔ اسلام میں اخلاق اور سیاست کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اسلام اس جاہلانہ تصور کو مسترد کرتا ہے کہ دین اور سیاست جدا جدا ہیں۔ مغرب کا یہ نظریہ باطل ہے۔ اسلامی ریاست کا بنیادی مقصد انصاف فراہم کرنا ہے۔ اس کے علاوہ شریعت کا نفاذ بھی اس کا بنیادی اور اصل مقصد ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت:208 میں ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾(۲-۲۰۸)

"اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

سیاست کے ہر شعبہ میں شریعت رہنمائی مہیا کرتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب ریاست مدینہ قائم فرمائی تو اس کا مقصد دنیا میں آسمانی نظام سیاست، اخلاق و معاشرت قائم کرنا تھا اس ریاست کے مقاصد سورۃ آل عمران کی آیت:۱۱۰ میں درج ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (۳- ۱۱۰)

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے بھیجی گئی ہے۔ تم اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔"

سورۃ الحج کی آیت:۴۱ میں بھی اسلامی ریاست و سیاست کے مقاصد اور فرائض کی نشاندہی کی گئی ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ (الحج: ۴۱)

"یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ ادا کریں، اور لوگوں کو نیکی کی تاکید کریں، اور برائی سے روکیں، اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضے میں ہے۔"

اسلامی نظام سیاست میں خلافت کے نفاذ کے بارے میں امت کا اجماع ہے۔ امام ابن حزم رقم طراز ہیں:

"کل اہل سنت اور شیعہ، خوارج سب کا اتفاق ہے کہ منصب امام واجب ہے اور یہ کہ امت پر ایسے امام عادل کی اطاعت واجب ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام قائم کرے اور ان احکام شریعت کے مطابق ان کا سیاسی نظام قائم کرے جو نبی اکرم ﷺ لے کر آئے۔"(۳)

اہمیت و مقصدیت:

ریاست و سیاست اور انسان کا تعلق قدیمی ہے۔ انبیائے سابقین اور ان کی امتوں کے سیاسی حالات و واقعات اس سلسلے کی کڑی ہے۔ قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ ذخیرہ حدیث میں بھی امم سابقہ کے سیاسی حالات کا تذکرہ ملتا ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انسان کا اقتدار اور سیاست کے ساتھ کتنا پرانا تعلق ہے جس کی تاریخ انسانی شاہد ہے۔ حدیثی واقعات امم یعنی قصص الحدیث کے موضوع پر تحقیق کا کام بہت کم ہوا ہے جبکہ قصص القرآن اور قصص الانبیاء پر کافی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مواد موجود ہے۔ "کتب احادیث میں امم سابقہ کے سیاسی احوال و وقائع" جیسے موضوع پر تحقیقی کام کی اشد ضرورت ہے۔ اس موضوع پر مواد ذخیرۂ حدیث میں منتشر ہے، جسے یکجا کرنے کی ضرورت

ہے تاکہ عوام الناس بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔ اور عصری مسائل حل کرنے میں رہنمائی حاصل ہو۔ کیونکہ واقعاتِ حدیث بھی قصص القرآن کی طرح انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ دونوں کا سرچشمہ علم وحی ہے جس کی دلیل یہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾ (النجم ۵۳: ۳۔ ۴)

" اور یہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے۔ یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔"

دراصل حدیث قرآن کی تفسیر ہے دونوں کا ماخذ بھی ایک ہے یعنی وحی الٰہی اور مقصد بھی ایک یعنی غور و فکر کی دعوت دینا، اصلاح و پاکیزگی اور عبرت و نصیحت ہے۔

امم سابقہ کے سیاسی احوال اور اسلامی نظام ریاست و سیاست کے اصول و نظریات کی روشنی میں عصر حاضر میں نظام سیاست و ریاست کے مسائل حل کرنے میں رہنمائی میسر آتی ہے۔

دور حاضر میں ہر شہری عمومی طور پر اور نوجوان طبقہ خصوصی طور پر اس ذہنی و فکری پستی کا شکار ہو چکا ہے کہ ہم نے ہر حال میں عہدہ اور دولت حاصل کرنی ہے چاہے اس کے لیے کوئی سا راستہ اپنانا پڑے۔ جبکہ ان کے نزدیک اسلام، ملک، عزت و آبرو ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ قوم کے ان نوجوانوں کو اس بانجھ پن سے نکلنا لازم ہے وگرنہ دین کے ساتھ ساتھ مملکت کے لیے بھی یہ تباہی کا راستہ ہے۔

مذہبی اور سیاسی جماعتوں کو وراثتی کی بجائے قابلیت و استعداد کی بنا پر ترقی کے راستے اپنانے چاہییں۔

مذہبی، سیاسی اور تمام اداروں کو وقتی مصلحتوں کی بجائے اسلام اور پاکستان کی بہتری کے لیے پالیسیاں بنانے اور کارکن تیار کرنے کی ضرورت ہے۔

ا۔ حکمران طبقہ سے متعلق احوال و وقائع:

معاشرے کا نظام چلانے کے لیے معاشرہ ہی میں سے باصفات لوگوں کا اس طرح انتخاب کہ اس میں ریاست کے امن میں استحکام پیدا ہونے کا یقین ہو حکومت کرنے کے لیے چن لیا جاتا ہے اور وہ لوگ ریاست کے مفادات کے تحفظ کی خاطر اپنی ممکنہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں۔ ریاست کا انتظام ایک جماعت کے ہاتھ میں ہوتا ہے جو کہ حکمران جماعت اور پوری ریاست کا نگران اعلیٰ ہو۔ اس کے پاس ہر قسم کے کلی اختیارات ہوں اور اس کے اختیارات کے استعمال کو عین قانون سمجھا جائے۔ اس کا نام مقتدر اعلیٰ ہے۔ یہی مقتدر اعلیٰ ایک معیاری مملکت کا سربراہ ہوتا ہے۔

اور اگر حکمران طبقہ عدل پسند ہو تو عوام اور رعایا پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ عوام حکمرانوں کا طرز عمل اختیار کرتے ہیں جیسے عربی کا مشہور مقولہ ہے:

'الناس علیٰ دین ملوکھم" (لوگ اپنے بادشاہ(حکمران) کے طریقے پر ہوتے ہیں)

حکمران طبقہ سے متعلق جہاں قرآن مجید میں بہت سی امم سابقہ کا تذکرہ ملتا ہے وہاں احادیث میں بھی انبیائے سابقین اور امم سابقہ کے سیاسی احوال و وقائع کا ذکر آتا ہے۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَمَّا أُسْرِيَ بِي مَرَّتْ بِي رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ، فَقُلْتُ: مَا هٰذِهِ الرَّائِحَةُ ؟ قَالُوا: هٰذِهِ رَائِحَةُ مَاشِطَةِ ابْنَةِ فِرْعَوْنَ وَأَوْلَادِهَا كَانَتْ تُمَشِّطُهَا فَوَقَعَ الْمُشْطُ من يَدِهَا، فَقَالَتْ: بِسْمِ اللهِ، فَقَالَتِ ابْنَتُهُ: أَبِي ؟ فَقَالَتْ: لَا، قالت: بَلْ رَبِّي وَرَبُّكِ وَربُّ أَبِيكِ، فَقَالَتْ: أُخْبِرُ بِذٰلِكَ أَبِي ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، فَأَخْبَرَتْهُ، فَدَعَا بِهَا وبِوَلَدِهَا، فَقَالَ: أَلَكِ رَبٌّ غَيْرِي ؟ فَقَالَتْ: نَعَمْ، رَبِّي وَرَبُّكَ اللهُ، وَأَظُنُّهُ قَالَ: فَأَمَرَ بِنُقْرَةٍ مِنْ نُحَاسٍ فَأُحْمِيَتْ، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا لِتُلْقَى فِيهَا، فَقَالَتْ: لِي إِلَيْكَ حَاجَةٌ، قَالَ: وَمَا هِيَ ؟ قَالَتْ: أَنْ تَجْمَعَ عِظَامِي وَعِظَامَ وَلَدِي فَتَدْفِنَهَا جَمِيعًا، فَقَالَ: ذٰلِكَ لَكِ لِمَا لَكِ عَلَيْنَا مِنَ الْحَقِّ، فَأُتِيَ بِأَوْلَادِهَا فَأُلْقِيَ وَاحِدًا وَاحِدًا حَتّٰى إِذَا كَانَ آخِرُ وَلَدِهَا وَكَانَ صَبِيًّا مُرْضَعًا، فَقَالَ: اصْبِرِي يَا أُمَّاهُ، فَإِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ، ثُمَّ أُلْقِيَتْ مَعَ وَلَدِهَا " وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " وَتَكَلَّمَ أَرْبَعَةٌ وَهُمْ صِغَارٌ: هٰذَا وَشَاهِدُ يُوسُفَ، وَصَاحِبُ جُرَيْجٍ، وَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ")) (۴)

ترجمہ: "سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: معراج کی رات مجھ پر ایک عمدہ ہوا گزری، میں نے پوچھا: یہ ہوا کیسی ہے؟ (ملائکہ نے) کہا: یہ فرعون کی بیٹی کی ماشطہ اور اس کی اولاد کی ہوا ہے، وہ اس کی بیٹی کی کنگھی کیا کرتی تھی۔ ایک دن اس کے ہاتھ سے کنگھی گر گئی، اس نے کہا: بسم اللہ۔ فرعون کی بیٹی نے کہا: میرا باپ ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ بلکہ میرا رب اور تیرا رب اور تیرے باپ کا رب۔ اس نے کہا: میں اپنے باپ کو بتاؤں؟ اس

Vol.3 No.1 2020

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

نے کہا: بتادو۔ اس نے فرعون کو یہ بات بتادی۔ فرعون نے اس کو اس کے بچوں سمیت بلالیا۔ چنانچہ فرعون نے کہا: کیا تیرا میرا سوا کوئی رب ہے؟ تو اس نے کہا: جی ہاں۔ میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ اور میں اس کا یقین رکھتی ہوں۔ پس اس نے تانبے کا برتن گرم کرنے کا حکم دیا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ اس کو اس میں ڈال دیا جائے۔ اس نے فرعون سے کہا: مجھے تجھ سے ضروری کام ہے، اس نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: میری اور میرے بچوں کی ہڈیاں جمع کر کے اکٹھی جگہ پر دفن کر دینا۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے۔ یہ تیرا ہم پر حق ہے اس نے اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے مار دیا۔ جب آخری بچے کو مارنے لگا، یہ شیر خوار بچہ تھا تو اس نے اپنی ماں سے کہا: اے میری امی! صبر کرنا، کیونکہ تو بر حق ہے، پھر اس بچے کو اور اس کی ماں کو قتل کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: بچپن میں چار بچوں نے کلام کیا: ۱۔ یہ بچہ ۲۔ وہ بچہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی دی تھی ۳۔ جریج کے متعلق گواہی دینے والا بچہ ۴۔ اور سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام۔"

استنباط احکام و مسائل:

حدیث کا بنیادی سبق تو یہی ہے کہ ایمان در حقیقت آزمائشوں کی کٹھالی کا نام ہے۔ آزمائش کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا اور آزمائشیں سخت ہوا کرتی تھیں۔ امم سابقہ اور انبیاء علیہم السلام کے حالات اس پر گواہ ہیں۔

آزمائشوں کی نوعیت میں فرق آتا رہتا ہے۔ اس دور کی سب سے بڑی آزمائش ظلم و معصیت کے ماحول میں اطراف سے گھرے ہونے کے باوجود ایمان اور اس کے احکامات پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا، سب سے بڑا مجاہدہ ہے کیونکہ یہ جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔

بہر کیف! آزمائش کا وجود ہر دَور میں رہتا ہے اگرچہ اس کی نوعیتیں مختلف ہوں اور در حقیقت یہ اہل ایمان کی فکر و نظر کو پختہ کرنے اور اس کو کندن بنانے کے لیے ہوتی ہے جس کے نتیجے میں درجات بلند ہوتے ہیں اور خطائیں اور لغزشیں معاف ہوتی ہیں۔ کیونکہ مومن کبھی بھی خسارے میں نہیں ہوتا۔ اگر فراخی میسر آئے تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر تنگی و تکلیف آئے تو صبر جمیل سے کام لیتا ہے۔ ہر دو صورتوں میں اس کے درجات بلند ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

عصر قدیم میں مذہبی تعذیب حکمران طبقہ کا اہم حربہ ہوتا تھا۔ کسی کو اپنے مذہب و مسلک کا قائل کرنے کا اور اس ضمن میں تشدد کا نشانہ بنانا، انسانیت سوز عذاب دینا، ایسے لوگوں کا عام حربہ ہوا کرتا ہے، تاریخ انسانی بھری پڑی ہے ایسے واقعات سے جن میں بے قصور لوگ مذہبی تشدد کا نشانہ بنے اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ دورِ جدید میں بھی جرم ایمان پر تعذیب کا یہ عفریت مسلمانوں کی اجتماعی نسل کشی کی صورت میں رائج ہے۔

آج عالم کفر متعدد خطوں کے لوگوں کو صرف مسلمان ہونے اور اسلام کا دعویٰ کرنے کی پاداش میں بدترین تشدد سے دوچار کر دیا ہے۔ کشمیر، میانمار، فلسطین، افغانستان اور عراق و شام اس کی واضح مثالیں ہیں۔

حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفر و شرک اور گمراہی و نافرمانی وہ اعمال ہیں جو انسان کو اعلیٰ انسانی اقدار و صفات سے بھی محروم کر دیتے ہیں اور اس کے اندر سے رحم، ہمدردی، اخوت و محبت کے جذبات ختم کر کے فرعونیت اور سفاکی و بربریت کے جذبات پیدا کر دیتے ہیں جیسا کہ فرعون کے اس عمل سے ظاہر ہے۔

جب ایسے حالات ہوں کہ ایمان کا اظہار اور کلمہ توحید کا اعلان، کسی بڑی آزمائش کو دعوت دینے کے مترادف ہو۔ اگرچہ ایمان کا اظہار نہ کرنا اور خفیہ رکھنا، جبکہ دل ایمان کی حقانیت پر قائم ہو، جائز ہے لیکن اصحابِ عزیمت کا یہ شیوہ نہیں۔ بلکہ ایسے حالات میں اعلانیہ توحید کا اقرار کفر کے ایوانوں میں لرزہ طاری کرتا ہے اور ایمان کی شمع روشن کرتا ہے اور یہی اصحاب عزیمت کا کردار ہے۔

اس طرح معلوم ہوا کہ روئے زمین پر کل چار بچوں نے نومولود اور شیر خوارگی کی حالت میں گفتگو کی ہے: ایک تو سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تھے جن کا واقعہ قرآن کریم میں سورۃ مریم میں مذکور ہے۔ دوسرے حضرت جریج رحمہ اللہ کا واقعہ میں وہ بچہ تھا جس کی وجہ سے جریج کو بری کیا۔ تیسرا وہ بچہ تھا جس نے حضرت یوسف علیہ

السلام پر لگائی گئی تہمت کے خلاف شہادت دی تھی اور چوتھا اس قصہ میں مذکور بچہ ہے۔ اس کے علاوہ بھی دو بچوں کے متعلق نومولود ہونے کی حالت میں دانشمندانہ گفتگو کا ذکر آتا ہے۔

ایک تو وہ بچہ جو اپنی ماں کی گود میں دودھ پی رہا تھا تو ایک حسن و جمال والا سوار وہاں سے گزرا۔ اس خاتون یعنی بچے کی والدہ نے کہا: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس کی طرح بنادے۔ بچے نے ماں کا پستان چھوڑ دیا اور سوار کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے اللہ! مجھے اس کی طرح نہ کرنا۔ پھر اس عورت نے ایک لونڈی جس کو زدوکوب کیا جارہا تھا اس کو دیکھا تو کہا کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو اس لونڈی جیسا نہ بنانا۔ بچے نے پھر دودھ پینا چھوڑ دیا اور کہا: اے اللہ! مجھے اس لونڈی جیسا بنانا۔ تو اس خاتون نے تعجب کا اظہار کیا۔ شیر خوار بچے نے والدہ کو بتایا کہ وہ حسن و جمال والا سوار سرکش تھا اور یہ لونڈی بے قصور تھی اور کہہ رہی تھی کہ مجھے اللہ ہی کافی ہے۔

اور دوسرے اصحاب الاخدود کے واقعہ میں نومولود کا اپنی والدہ سے کلام ہے اور اس کے واقعہ کی طرف قرآن کی سورۃ البروج میں مختصر الفاظ میں اشارہ ہے۔(۵)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کل چھ بچوں نے گہوارہ میں عاقلانہ گفتگو کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک نمونہ ہے۔

تجزیہ:

... یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے سفر معراج کے موقع پر حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو بیان کیا۔

... کفر و شرک اور ظلم و بربریت کے اس ماحول میں اللہ تعالیٰ نے اس مشاطہ کو ایمان نصیب فرمایا۔

... فرعون ایک تشدد پسند اور ظالم حکمران تھا اور رب ہونے کا دعویدار تھا اس لیے اسے ایک غریب و نادار عورت کا کسی اور کو رب ماننا گوارا نہ ہوا۔

... یہ واقعہ ظالم حکمران کی اپنے مخالفین پر ظلم و تشدد کی بدترین مثال ہے۔

... یہ قصہ فرعون کے مذہبی اور سیاسی جنون کی بدترین مثال ہے۔

... فرعون اس وقت سب سے طاقتور حکمران تھا اور یہ مومنہ سب سے کمزور انسان اور وہ بھی عورت تھی۔

... فرعون کے سوال کے جواب میں توحید کا اقرار کیا۔ یہ ایک ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کا اظہار تھا۔ ارشاد نبوی ہے:

"جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے۔" (۶)

... بچے کی ماں کی ہچکچاہٹ کے وقت کلام کرنا اور ماں کو ترغیب دینا، ایک کرامت تھی لیکن فرعون نے اس سے بھی سبق نہ سیکھا۔

اپنے ایسے ہی کرتوتوں کی وجہ سے ظالم ہمیشہ کے لیے لعنتی قرار پایا۔

عصرِ حاضر میں رہنمائی:

اس واقعہ سے دورِ حاضر کے حکمران طبقہ کے لیے چار باتیں بطور عبرت مستنبط ہوتی ہیں:

(۱) صاحبِ اقتدار کو حکومت کے گھمنڈ اور تکبر میں مخالفین پر تشدد اور ظلم و زیادتی نہیں کرنا چاہیے۔ ورنہ اس کا انجام بھی برا ہوگا۔

(۲) اسلام کے مخالفین کو جب بھی حکومت، طاقت اور اقتدار ملتا ہے تو تقریباً ہر دور میں اہل ایمان کے ساتھ انہوں نے ایسا ہی سلوک کیا ہے۔ نمرود، فرعون، اصحاب الاخدود کے واقعات تاریخ کا حصہ ہیں۔ اندازہ کیجیے کہ اہل حق پر کیسی کیسی آزمائشیں آسکتی ہیں۔ بسا اوقات اللہ تعالیٰ معجزاتی طور پر تائید و نصرت کرتا ہے اور بسا اوقات حق والوں کو تکلیفیں سہنا پڑتی ہیں۔

اور ابھی ماضی قریب میں صلیبی جنگیں، فلسطین، کشمیر، بوسنیا، چیچنیا، افغانستان، عراق و شام اور میانمار اور بعض دوسرے ممالک میں لاکھوں مسلمانوں کا بمباری سے قتل، انہی واقعات کا تسلسل اور اسی فرعونی سوچ و فکر کا غماز ہے۔ اسی طرح تحریک پاکستان میں ظلم و جبر سے ہزاروں معصوم جانوں کو ضائع کیا گیا اور اسی طرح موجودہ حالات میں دہشت گردی، بمباری اور خودکش حملے اسی طرزِ فکر کے آئینہ دار ہیں۔ اس لیے دنیا کے حکمرانوں کو اس طرزِ عمل سے رکنا چاہیے اور محض مذہب یا سوچ کی مخالفت کی بنا پر، اس طرح ظلم و ستم نہیں کرنا چاہیے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615
Vol.3 No.1 2020

(۳) آج مسلم ممالک میں بھی محض فرقہ کے اختلاف کی بنا پر ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر دیا جاتا ہے اس لیے مسلمانوں کو اس سوچ سے نکلنا چاہیے تاکہ اتحاد کی صورت ممکن ہو سکے۔

(۴) آج حکمرانوں کی اکثریت سیاسی اختلافات اور نقطۂ نظر سے اختلاف کی وجہ سے جو انتقامی کاروائیاں کرتے ہیں اور بہت سے افراد سیاست کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے طرزِ فکر اور طرزِ عمل سے گریز کرنا ہو گا۔

عوام الناس / رعایا سے متعلق احوال و وقائع:

کسی بھی معاشرے یا ریاست میں جہاں حکمران طبقہ پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہاں رعایا پر بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں، فریقین مل کر ایک ریاست کا بہترین نظام چلاسکتے ہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ عوام باشعور ہوں لیکن عوام کے بارے میں مشہور مقولہ ہے:"العوام کالانعام" یعنی عوام تو حیوانات کی طرح ہوتے ہیں۔ اکثریت ایسی ہی ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے میں عوام اور رعایا کو حکمران طبقہ کا ساتھ دینا چاہیے۔ انبیائے سابقین اور امم سابقہ کے حوالے سے کئی ایک واقعات کا تذکرہ ملتا ہے کہ انبیاء و رسل علیہم السلام کو بڑی بڑی جاہل اقوام سے واسطہ پڑا۔

درج ذیل حدیث بھی اسی طرز عمل کی غماز ہے:

(عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ أَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلَى بَنِى إِسْرَائِيلَ كَانَ الرَّجُلُ يَلْقَى الرَّجُلَ فَيَقُولُ يَا هٰذَا اتَّقِ اللهِ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَكَ ثُمَّ يَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ فَلَا يَمْنَعُهُ ذٰلِكَ أَنْ يَكُونَ أَكِيلَهُ وَشَرِيبَهُ وَقَعِيدَهُ فَلَمَّا فَعَلُوا ذٰلِكَ ضَرَبَ اللهُ قُلُوبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ ». ثُمَّ قَالَ (لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِى إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ) إِلَى قَوْلِهِ (فَاسِقُونَ) ثُمَّ قَالَ « كَلَّا وَاللهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَأْخُذُنَّ عَلَى يَدَيِ الظَّالِمِ وَلَتَأْطُرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا وَلَتَقْصُرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ قَصْرًا.) (۷)

"سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلا نقص جو بنی اسرائیل میں آیا، وہ یہ تھا کہ ایک آدمی جب دوسرے آدمی سے ملتا تو کہتا: اللہ سے ڈرو اور جو بُرا کام تم کرتے ہو، اس کو چھوڑ دو کیونکہ یہ تمہارے لیے جائز نہیں پھر جب اگلے روز ملتا تو اسے منع نہ کرتا، بلکہ کھانے پینے اور بیٹھنے میں اس کے ساتھ شریک ہو جاتا تھا۔ جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اچھے دلوں کو برے دلوں سے ملا دیا۔ پھر فرمایا: لعنت کیے گئے بنی اسرائیل کے کافر حضرت داوٗد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی زبانی۔"

پھر فرمایا: تم ضرور اچھی باتوں کا حکم دیتے رہنا اور بری باتوں سے ضرور روکتے رہنا، ظالم کے دونوں ہاتھ پکڑ کر حق کی جانب ایسا جھکانا جو جھکانے کا حق ہے اور اسے حق پر ٹھہراؤ جیسا کہ ٹھہرانے کا حق ہے۔

استنباطِ مسائل:

ارشاد نبوی ہے: افضل جہاد، کلمہ حق ظالم بادشاہ کے سامنے کہہ دینا ہے۔(۸)

حدیث میں ہے کہ مسلمانوں کو اپنے آپ کو ذلیل نہیں کرنا چاہیے۔ لوگوں نے استفسار کیا کہ وہ کیسے؟ فرمایا: ان بلاؤں کو سر پر لینا جن کی برداشت نہ ہو۔(۹)

ایک روایت میں ہے کہ جب اسے اللہ تعالیٰ تلقین حجت کرے گا اور کہے گا کہ تجھ سے تو میں نے امید رکھی تھی اور تو لوگوں سے خوف کھا گیا۔(۱۰)

حدیث میں ہے کہ جب تک لوگوں کے عذر ختم نہ ہو جائیں وہ ہلاک نہ ہوں گے۔(۱۱)

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کب چھوڑی جائے؟ فرمایا: اس وقت جب تم میں بھی وہی خرابی ہو جائے جو تم سے اگلوں میں ظاہر ہوئی تھی۔ ہم نے پوچھا: وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا: کمینے آدمیوں میں سلطنت کا چلا جانا۔ بڑے آدمیوں میں بدکاری کا آجانا۔ رذیلوں میں علم کا آجانا۔ حضرت زید کہتے ہیں کہ رذیلوں میں علم آجانے سے مراد فاسقوں میں علم آجانا ہے۔(۱۲)

ارشاد نبوی ہے: تم میں سے جو شخص خلاف شرع کام دیکھے، اس پر فرض ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے مٹائے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اگر اس کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو تو دل سے اور یہ بہت ہی ضعیف ایمان والا ہے۔(۱۳)

Vol.3 No.1 2020
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

بنی اسرائیل اپنے زمانہ میں بھی ایک دوسرے کے برے کاموں کو دیکھتے تھے لیکن خاموش بیٹھے رہتے تھے۔ حرام کاریاں کھلے عام کرتے اور کوئی کسی کو منع نہ کرتا۔ یہ ان کا قبیح ترین فعل تھا۔

حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب نہیں دیتا۔ لیکن اس وقت کہ برائیاں ان میں پھیل جائیں اور باوجود طاقت کے منع نہ کریں۔ اس وقت عام و خاص سب کو اللہ تعالیٰ عذاب میں گھیر لیتا ہے۔(۱۴)

حدیث میں ہے: جس جگہ نافرمانی شروع ہو وہاں جو بھی ہو ان خلاف شرع امور سے ناراض ہو، وہ مثل اس کے ہے جہاں وہ حاضر ہی نہ ہو اور جو ان خطاؤں سے راضی ہو وہ گویا ان میں موجود ہے۔(۱۵)

ارشاد نبوی ہے: خبردار! کسی شخص کو لوگوں کی ہیبت حق بات کہنے سے روک نہ دے۔

اس حدیث کو بیان فرما کر سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمانے لگے: افسوس! ہم نے ایسے مواقعوں پر لوگوں کی ہیبت مان لی۔(۱۶)

حدیث میں ہے: جمرہ اولیٰ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک شخص آیا اور آپ سے سوال کیا کہ سب سے افضل جہاد کونسا ہے؟ آپ خاموش رہے۔ پھر آپ ﷺ جمرہ ثانیہ پر آئے تو اس نے پھر وہی سوال کیا۔ مگر آپ ﷺ خاموش رہے۔ جب عقبہ پر کنکر مار چکے اور سواری پر سوار ہونے کے ارادے سے رکاب پر پاؤں رکھا تو دریافت فرمایا: کہ پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس نے عرض کی: حضور! میں حاضر ہوں۔ فرمایا: حق بات ظالم بادشاہ کے سامنے کہہ دینا۔(۱۷)

ان کے اس فعل سے یعنی اہل اسلام سے دوستی کی بجائے کفر سے دوستی کی پاداش میں ان کے دلوں میں نفاق پیدا ہو گیا۔ اور اسی بنا پر اللہ کا غضب ان پر نازل ہوا اور قیامت کے دن کے لیے دائمی عذاب بھی ان کے لیے آگے آرہے ہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ اے مسلمانو! زناکاری سے بچو، اس سے چھ برائیاں آتی ہیں: تین دنیا میں اور تین آخرت میں۔ اس سے عزت و وقار، رونق و تازگی جاتی رہتی ہے، اس سے فقر و فاقہ آجاتا ہے، اس سے عمر گھٹتی ہے اور قیامت کے دن تین برائیاں یہ ہیں: اللہ کا غضب، حساب کی سختی اور جہنم کا خلود۔(۱۸)

بنی اسرائیل افراط و تفریط کی گمراہی میں مبتلا تھے۔ انبیائے بنی اسرائیل نے ان پر لعنت کی بالخصوص حضرت داود اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی۔ جس کے نتیجے میں ان کے بعض افراد کو بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان پر لعنت کی ابتدا سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی اور انتہاء سیدنا خاتم الانبیاء ﷺ پر ہوئی۔(۱۹)

بنی اسرائیل کے اس اجتماعی منظر کو یہاں اس مکروہ شکل میں پیش کر کے اور اس پر تنقید کر کے قرآن، اسلامی نظام جماعت کو یہ مشورہ دیتا ہے کہ اس کا ایک مضبوط اجتماعی وجود ہونا چاہیے جو تمام قوتوں کا مقابلہ کر سکے۔ اگر معاشرے کا اجتماعی وجود کسی شر کے خلاف آواز نہیں اٹھاتا تو اسلام پورے معاشرے کو مجرم گردانتا ہے۔(۲۰)

قرآن و سنت کی نصوص اس مفہوم میں بکثرت وارد ہیں۔ اسلامی معاشرہ ایسا ہونا چاہیے کہ اس میں صورت حال یہ نہ ہو کہ ایک شخص برائی دیکھے اور کہے مجھے اس سے کیا واسطہ؟ بلکہ اسلامی معاشرے کے اندر برائی کے خلاف حمیت اور جذبہ ہونا چاہیے اس کے سوا ایک مسلم معاشرے کے وجود کا تصور ہی نہ ہو گا۔(۲۱)

آج عالم اسلام کے اکثر علاقوں میں صورت حال ایسی ہے کہ انفرادی طور پر کوئی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا نہیں کر سکتا۔ ایک فلاحی ریاست اور خیر پسند معاشرہ اسلامی نظام کے زیر سایہ ہی قائم ہو سکتا ہے۔(۲۲)

یہ قوم کا بگاڑ چند افراد سے شروع ہوتا ہے اگر اجتماعی ضمیر زندہ ہوتا ہے تو قوم بحیثیت مجموعی بگڑنے نہیں پاتی۔ بصورتِ دیگر رفتہ رفتہ وہی خرابی پوری قوم میں سرایت کر جاتی ہے۔(۲۳)

عصر حاضر میں رہنمائی:

۱) بطور نبی، رسول، قائد، رہنما اور حاکم وقت کے، سیدنا داود علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی غلط کاریوں کی وجہ سے ان پر لعنت کی۔

۲) من حیث القوم یہ نقص حکمران طبقہ سے لے کر علماء، راہبوں اور عوام الناس تک پایا جاتا تھا جن کی وجہ سے بنی اسرائیل کے تمام طبقات کی دینی حمیت و غیرت ختم ہو گئی تھی۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

۳) برائیوں میں مبتلا لوگوں کو دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ ان کا معاشرتی بائیکاٹ بھی ضروری ہے۔

۴) حکام کے لیے ضروری ہے کہ وہ پوری طاقت سے ”نہی عن المنکر“ اور ”امر بالمعروف“ کا نفاذ کریں۔

۵) حکمران زیادہ ذمہ دار ہوتے ہیں کیونکہ عوام الناس حکمران طبقہ کی سوچ و فکر سے ہی اپنی راہیں متعین کرتی ہے۔

۶) رعایا کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ حکمرانوں کو ”نہی عن المنکر“ کے نفاذ پر مجبور کریں۔

۷) بنی اسرائیل کے لوگ ان بدعنوان حکمرانوں کے ساتھ میل ملاپ کو فخر سمجھتے تھے۔

۸) اس نقص کی وجہ سے بنی اسرائیل کئی دفعہ مبتلائے عذاب ہوئے۔

۹) عصر حاضر میں بھی یہ نقص اہل اسلام میں سرایت کرتا جا رہا ہے۔ اس کی جدید شکل ان الفاظ میں بیان کی جاتی ہے کہ یہ برائی اس آدمی کا ذاتی فعل ہے یا ہم ذاتیات کو زیر بحث نہیں لا سکتے یا ذاتیات میں نہیں پڑنا چاہیے۔

اور اسی طرح بعض فتوے اسی نقص کی غمازی کرتے ہیں یہ اسی نقص کی جدید شکل ہے۔ ہر مسلمان کے لیے بالعموم اور مسلم حکمرانوں کے لیے بالخصوص اس حدیث مبارکہ سے دو رہنما اصول مستنبط ہوتے ہیں:

۱... اہل اسلام کے لیے ضروری ہے کہ وہ برائیوں میں مبتلا اپنے ماتحت کو روکے، ان برائیوں کی قباحت بیان کرے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

(مَنْ رَأٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ .) (۲۴)

”تم میں سے کوئی اگر برائی دیکھے تو اپنے ہاتھ سے روک دے اور اگر اتنی استطاعت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر اتنی بھی طاقت نہ وہ تو پھر دل میں بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔“

ایک غلط فہمی یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ فرض حکومت کا ہے لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم بھی تو کسی نہ کسی طرح حاکم کا درجہ رکھتے ہیں جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

(فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ) (۲۵)

”تم میں سے ہر کوئی حاکم ہے اور ہر کسی سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔“

۲... موجودہ مسلم حکمران طبقہ اس نقص میں زیادہ مبتلا ہے اور اہل حکومت اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ جمہوری حکومتیں اپنی اتحادی جماعتوں کے جائز و ناجائز مطالبات پورے کر رہی ہیں۔ اس طرزِ عمل سے اس نقص کے پھیلاؤ میں اضافہ ہو رہا ہے اور لوگ دینی شعور و غیرت سے عاری ہوتے جا رہے ہیں۔ اس لیے مسلم حکمرانوں کو اس بارے میں خصوصی اقدامات کرنے چاہییں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عملی مظاہر کرنا چاہیے۔

مزید اس حدیث مبارکہ سے عصر حاضر میں عوام الناس کے لیے اصول مستنبط ہوتے ہیں:

(۱)۔ اگر اہل حکومت مذکورہ بالا خرابیوں میں مبتلا ہیں تو عوام الناس کا ان سے اظہارِ بیزاری ضروری ہے۔ بصورت دیگر ان کا شمار پھر انہی میں ہو گا۔

(۲)۔ ہر انسان کا ذاتی کردار بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اگر کسی کا ذاتی کردار ٹھیک نہیں تو وہ ملک و قوم اور معاشرہ کے لیے کبھی سود مند فرد ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر انسان کا ذاتی کردار نہایت اعلیٰ ہونا چاہیے۔

(۳)۔ رعایا میں سے ہر کوئی رعایا بھی ہے اور کسی نہ کسی صورت میں حاکم بھی ہے۔ اس لیے ہم میں سے ہر کسی کو اس طرف توجہ دینی چاہیے کہ اس کا دوہرا کردار ہے، ان دونوں کرداروں میں نہی عن المنکر کی پابندی لازمی ہے۔

(۴)۔ اہل حکومت کا ساتھ یا مخالفت، پارٹی کی بنیاد پر درست نہیں ہے۔ بلکہ عوام کو چاہیے کہ وہ حکومت کا ساتھ یا مخالفت نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کے طور پر کریں۔

(۵)۔ ایسے سیاستدان یا امیدوار جو نہی عن المنکر کا عملی مظاہرہ نہ کریں، عوام کو چاہیے کہ وہ اقتدار کے لیے ان کو ووٹ نہ دیں۔

خلاصہ بحث:

خلافت امت کا اجماعی عقیدہ ہے جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک امت متفق ہے اس لیے امت مسلمہ پر خلافت کا قیام واجب ہے۔ اسی طرح جہاد اسلام کا ایک فعال شعبہ ہے اور چودہ صدیوں سے بلا تعطل جاری و ساری ہے۔

Vol.3 No.1 2020
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

حکمران طبقہ کو کردار و عمل اور علم میں تفوق حاصل ہونا چاہیے۔حکام کا جسمانی اور ذہنی ہر طور پر بھی درست ہونا چاہیے۔ تمام حکومتی عہدیداروں کا صادق و امین ہونا ضروری ہے۔

حکمرانوں کو اپنے ماتحتوں کے ظاہری، معاشی اور عائلی حالت کے علاوہ نفسیاتی اور ذہنی صورت حال کا خیال رکھنا چاہیے۔ حاکم، قاضی، جج اور فیصل کو فیصلہ کرتے وقت ظاہری شہادتوں کے ساتھ ساتھ جدید ذرائع ویڈیو، آڈیو، میڈیکل رپورٹ، ڈی این اے ٹیسٹ اور دیگر ذرائع سے بھی استفادہ کرنا چاہیے۔ حاکم، عدالت، قاضی یا جج کو براہ راست فریقین کے دلائل سن کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ فیصلہ نافذ بھی ہونا چاہیے اور اپیل در اپیل کا حق حاصل نہیں ہونا چاہیے۔

تقرریاں اور فیصلے میرٹ پر ہونے چاہییں۔ حکومت جمہوری اور شورائی انداز میں ہونی چاہیے۔

حکام کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ہر حال میں سرانجام دینا چاہیے۔

مال وزر اور عہدے کا غرور بد تہذیبی ہے اہل حکومت کو علمی لوگوں کو خصوصی عزت و اکرام سے نوازنا چاہیے۔

مذہب و مسلک، پارٹی یا کسی اور اختلاف کی وجہ سے ظلم و ستم نہیں کرنا چاہیے۔ حکومتی معاملات مذاکرات اور حسنِ تدبیر سے چلانے چاہییں۔ حکومت کے اچھائی والے کاموں میں رعایا کو معاونت کرنی چاہیے۔ غلط کاموں کی اصلاح کے لیے تجاویز و مشورے دینے چاہیے۔

اگر کوئی غلطی کے بعد اصلاح کرے تو اسے دوبارہ طعن و تشنیع نہ کیا جائے۔ حکام، عدالت، قاضی اور فیصل کے فیصلوں کو ماننا چاہیے اور عمل درآمد کرنا چاہیے۔

مثبت کردار ہر کسی کو ادا کرنا چاہیے اور منفی کردار و پروپیگنڈے سے بچنا چاہیے۔

شراب، گانے، زنا، بددیانتی، فراڈ، جھوٹ، تہمت، قوانین کی خلاف ورزی، عصبیت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے گریز، تکبر، دوسروں کا تمسخر اڑانا اہل علم کی ناقدری، علماء سے بیزاری، یہ تمام امور قوم وملت کے نقصان دہ ہیں اور کوئی معاشرہ ان برائیوں کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس لیے ان سے بچنا ہر کسی پر لازم ہے۔

ملکی اور قومی معاملات میں جب حکمران مشورہ طلب کریں یا مدد مانگیں تو تمام رعایا کے لیے حکومت کی مدد لازم ہے۔

ہر انسان کا ذاتی و انفرادی کردار نہایت اعلیٰ ہونا چاہیے۔ بنیادی انسانی حقوق ہر انسان کا پیدائشی حق ہے اور ان کا تحفظ ہر حکومت کا اولین فرض ہے۔ جو چیز انسان کے لیے نقصان دہ ہو، ان کا تدارک اور مارنا جائز ہے۔ گلی، محلے، سڑک یا راستے پر سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دینا چاہیے۔ راستوں کو پراگندا نہیں کرنا چاہیے۔ رکاوٹیں کھڑی نہیں کرنی چاہیے اور راستوں پر جلسے جلوس نہیں کرنے چاہیے۔

انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے محض انسانیت کی بنا پر کوشش کرنی چاہیے۔ بطور انسان سب لوگ برابر ہیں اور رنگ و نسل اور مذاہب و ملل کی بنا پر انسانی حقوق متاثر نہیں ہونے چاہیے۔ انسانی حقوق کو پامال کرنے والوں کا سیاسی، سماجی، معاشرتی اور خاندانی بائیکاٹ کرنا چاہیے۔

قتل، دہشت گردی، آگ میں زندہ جلانا اور فساد فی الارض انسانی حقوق کی بدترین خلاف ورزی ہیں۔

حوالہ جات

(۱) مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، اسلامی ریاست، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص:۱۷

(۲) خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات، شعبہ تصنیف و تالیف، کراچی، ۱۹۶۸ء، ص:۴۶۶

(۳) ابن حزم، علی بن احمد، علامہ، الفصل بین الملل والاھواء والنحل، دار المعارف، مصر، ج:۴، ص:۸۷

(۴) حاکم، محمد بن عبد اللہ، ابوعبداللہ، نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، کتاب التفسیر، حدیث:۳۸۸۸، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء

(۵) عثمانی، شبیر احمد، علامہ، تفسیر عثمانی، پاک کمپنی، لاہور، س ن، ج:۱، ص:۲۶۹

(۶) ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، حدیث:۲۰۱۲، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۸ء

(۷) ابوداود، سلیمان بن اشعث، سجستانی، سنن ابوداود، کتاب الملاحم، رقم الحدیث:۴۳۳۸، دارالفکر، بیروت، لبنان، ۲۰۰۵ء

Vol.3 No.1 2020

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

(۸) سنن ابی داود، رقم الحدیث:۴۳۴۴

(۹) ترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، رقم الحدیث:۴۰۱۲، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۲ء

(۱۰) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۴۰۱۷

(۱۱) سنن ابی داود، رقم الحدیث:۴۳۴۴

(۱۲) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۴۰۱۵

(۱۳) مسلم بن حجاج، ابو الحسن قشیری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم الحدیث:۴۹ دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۲۰۰۸ء

(۱۴) ابن حنبل، احمد، ابو عبداللہ، مسند احمد، رقم الحدیث:۲۸۲۸، بیت الافکار، عمان، اُردن، ۲۰۰۴ء، ۱/ ۴۰۳

(۱۵) سنن ابی داود، کتاب الملاحم، رقم الحدیث:۴۳۴۵

(۱۶) جامع ترمذی، رقم الحدیث:۲۱۹۱

(۱۷) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۲۰۱۲

(۱۸) ابن کثیر، عماد الدین، ابو الفداء، تفسیر القرآن العظیم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۸۵ء، ۲/۱۵۶

(۱۹) محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۲۰۰ء، ۴/ ۵۴

(۲۰) قطب شہید، سید، فی ظلال القرآن، ادارہ منشورات اسلامی، لاہور، ۱۹۹۹ء، ۲/ ۶۱۶

(۲۱) ایضاً، ۲/ ۶۱۷ (۲۲) یضاً، ۲/ ۶۱۷

(۲۳) مودودی، ابو الاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، ۲۰۰۵ء، ۱/ ۴۹۶

(۲۴) صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث:۱۷

(۲۵) بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الاستقراض، رقم الحدیث:۲۴۰۹ دار الکتاب العربی، بیروت، ۲۰۰۸ء